اسلام میں

عورتوں کا مقام اور ان کی خدمات

حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

شعبۂ نشر و اشاعت

جامعہ اُم المومنین عائشہ للبنات، بڑا کنواں، رائے بریلی

اسلام میں عورتوں کا مقام
اور
ان کی خدمات

(حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ نے یہ تقریر "جامعہ اُم المؤمنین عائشہ للبنات" شہر رائے بریلی کے افتتاح کے موقع پر فرمائی جس کو محمد ثناء اللہ ندوی نے ٹیپ سے نقل کیا، موضوع کی اہمیت کے پیش نظر ہم یہ اہم تقریر ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ یہ تقریر جنوری ۱۹۸۵ء کے 'تعمیر حیات' کے شمارہ میں شائع ہو چکی ہے)

حمد وثناء کے بعد!

میرے بزرگو اور بھائیو اور عزیزو!

مجھے کچھ ہی دن پہلے یہ معلوم ہوا کہ یہاں ہمارے شہر رائے بریلی میں عزیز نوجوانوں نے بچیوں کے لئے ایک مدرسہ کا خاکہ بنایا ہے، اور اسکا ارادہ کیا ہے، میں اسی شہر کا رہنے والا ہوں لیکن میں اپنے کاموں میں کچھ ایسا مشغول رہتا ہوں کہ باہر ہی باہر آتا ہوں اور باہر باہر ہی چلا جاتا ہوں، مجھے شہر کے حالات کا بہت کم علم ہوتا ہے۔

یہ بات میرے سامنے آئی اور پھر ذہن سے نکل گئی۔ میں نے ان حضرات سے

کچھ زیادہ تفصیل بھی نہیں پوچھی کہ کیا مقاصد ہیں، کیا خاکہ ہے، کیا منصوبہ ہے، کیا نصاب پڑھایا جائیگا، یہاں تک کہ میں نے اس مدرسہ کا نام جس وضاحت کے ساتھ اب سنا پہلے سنا بھی نہیں تھا۔

یہ بالکل ایسی بات ہے جیسے کہ مقرر کو لکھنؤ سے تقریر کے لئے بلایا گیا ہو اسی طرح میں رائے بریلی سے رائے بریلی میں آیا ہوں، ایک ہی شہر کا میں نے سفر کیا ہے۔ اور معلومات میں تو مجھے کوئی خصوصیت حاصل نہیں ہے۔ لیکن خوشی میں میرا حصّہ کسی سے کم نہیں ہے بلکہ بہت سے لوگوں سے بڑھا ہوا ہے۔ اس لئے کہ یہ میرے شہر کا معاملہ ہے اور ان لوگوں نے اس میں قدم اٹھایا ہے جو جانے بوجھے ہیں جن سے پہلے سے شناسائی ہی نہیں بلکہ ایک خاص تعلق ہے، رائے بریلی کے شہری کی حیثیت سے بھی اور دین کے ایک طالب علم کی حیثیت سے بھی میرا اس بارہ میں اس خوشی میں، اس کامیابی میں دوہرا حصّہ ہے جس کا فائدہ میرے شہر کو پہونچے گا، میرے ہم وطنوں کو پہنچے گا اور ان کے خاندان والوں کو بھی۔

یہ بہت مبارک اقدام ہے اور جیسے کہ میرے عزیز مولوی محمد رابع نے ابھی کہا کہ یہ فال نیک ہے، کیونکہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مرتبہ بھی اونچا ہے، علم دین میں بڑے بڑے چوٹی کے صحابہ انکی طرف رجوع کرتے تھے اور انکی سمجھ جس کو تفقہ کہتے ہیں، بہت بڑھا ہوا تھا وہ فقہاء امت میں یعنی امت کے ان عالموں میں جو دین کے مسائل ک تہہ سے واقف تھے، شریعت کے اسرار و حکمتوں سے واقف تھے، ان

میں ان کا شمار ہے،

ہمارے سب سے بزرگ استاد علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ کی کتاب ''سیرت عائشہ'' اگر آپ پڑھیں اور ضرور پڑھنی چاہیئے، خاص طور سے ہماری خواتین اور ہماری بہنوں کو، تو ان کو معلوم ہوگا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ کا کتنا بڑا مرتبہ ہے دین میں اور علم دین میں۔ تو یہ واقعی ایک فال نیک ہے اور امید ہے کہ اس نام کے برکت سے انشاء اللہ یہ مدرسہ ضرور ترقی کرے گا اور پھولے پھلے گا۔

آپ کو معلوم ہے کہ دین میں، دین کے احکام ومسائل میں، فرائض میں، عبادات میں، عقائد میں اور علم میں کم سے کم ہمارا جس امت سے تعلق ہے، جس دن سے تعلق ہے، اس میں عورتیں محروم نہیں رکھی گئیں اور انھیں نظرانداز نہیں رکھا گیا، بلکہ وہ اس میں شریک ہیں، اس لئے کہ ان کے لئے مستقل احکام ومسائل ہیں اور نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور اس کے علاوہ دین کے دوسرے مسائل وعبادات میں وہ برابر کی شریک ہیں، اور سورۂ توبہ اور سورہ احزاب جس نے پڑھی ہے اس کو معلوم ہے خاص طور سے سورۂ احزاب میں عورتوں کا صیغہ مردوں کے صیغہ کے ساتھ بار بار استعمال کیا گیا ہے، حالانکہ ایک مرتبہ کہہ دینا کافی تھا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں اور عورتوں کا حصہ برابر ہے۔ اگر ایک مرتبہ کہتے تو یہ ہوسکتا تھا کہ اس میں تو عورتیں مردوں کے شریک ہیں لیکن اس میں شریک نہیں، ہوسکتا ہے اس چیز میں عورتوں کا حکم الگ ہو۔ اس لئے بار بار عورتوں کا صیغہ مرد کے صیغہ کے ساتھ استعمال کیا گیا کہ دین کے سارے احکام میں عورتیں مردوں کے شریک

ہیں۔"ان المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات والقانتین والقانتات والصادقین والصادقات والصابرین والصابرات والخاشعین والخاشعات والمتصدقین والمتصدقات والصائمین والصائمات"" بے شک اسلام کے کام کرنیوالے مرد اور اسلام کا کام کرنے والی عورتیں، اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں، اور فرمانبرداری کرنے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں، راست باز مرد اور راست باز عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں، خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں۔ یہ صیغہ بار بار اس خیال کو دور کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے، ورنہ ایک بار کہہ دینا بھی کافی تھا۔

دنیا کے بہت سے مذاہب ایسے ہیں جس میں بعض کام مردوں کے ساتھ خاص ہیں عورتوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے، بلکہ عورتیں اس کو ہاتھ تک نہیں لگا سکتیں، ان کا اس سے قریب ہو جانا یا پرچھائی پڑ جانا بھی اس کام کو برباد کر دیتا ہے۔ دنیا کو ایک بہت بڑا مذہب عیسائیت جس کے پیرو دنیا میں شاید سب سے زیادہ ہیں، عیسائیت باوجود اسکے کہ وہ یورپ میں بڑھی پھلی پھولی اس میں عورتوں کو بہت سی چیزوں سے محروم رکھا گیا ہے۔

قرن وسطیٰ میں ایک زمانہ ایسا گذرا ہے جس میں یہ تھا کہ عورت مالک نہیں ہو سکتی کسی چیز کی۔ اپنے حقوق ان کو حاصل نہیں تھے، وہ کسی زمین کی مالک ہو ایسا نہیں ہو

سکتا تھا، بہت سی عبادتیں اور فرائض ایسے تھے جو ان کے لئے ناجائز تھے اور لوگ عورتوں کے سایہ سے بھاگتے تھے، بہت سی عورتوں اور بچیوں کو راہب بنا کر گرجاؤں میں بیٹھا دیا کرتے تھے، ان کی مائیں روتی تھیں، بلکتیں تھیں اور جب وہ انھیں ڈھونڈھنے آتیں تو راہب ان کے سایہ سے بھاگتے تھے کہ کہیں ان کا سایہ نہ پڑ جائے۔

یہ تو قرآن کا معجزہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں میں عورتوں کا ذکر الگ الگ کیا ہے اگر ساتھ کہہ دیا جاتا تو شاید ذہن پورے طور کام نہ کرتا اور جو اللہ تعالیٰ نے مرتبے بیان کئے ہیں، ان میں سب کی طرف ذہن نہ جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک ایک جز میں مردوں کے ساتھ عورتوں کا ذکر کیا ہے، ہمت افزائی کے لئے بھی اور ان کا درجہ بڑھانے کے لئے بھی اور بہت سے مسائل میں ان خیالات کو دور کرنے کے لئے بھی کہ شاید اس میں عورتوں کا حصہ ہو اس میں نہ ہو اس لئے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کا ذکر الگ سے کیا ہے۔ فرمایا "اللہ کو بہت یاد کرنے والے مرد اور بہت یاد کرنے والی عورتیں" تاکہ یہ نہ سمجھا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد صرف مردوں کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرب و مقبولیت کے جو درجے اپنے یہاں رکھے ہیں ان میں سے کوئی دروازہ عورتوں کے لئے بند نہیں ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ ایسی ایسی عورتیں ان میں گذری ہیں کہ بڑے بڑے مردان کی خدمت میں اس طرح حاضر ہوتے تھے جیسا غلام اور شاگرد۔

حضرت رابعہ بصریہ کے حالات۔ جن کے نام پر یہاں بچوں اور بچیوں کے نام رکھے جاتے ہیں اور اس شہر میں درجنوں بچیاں ہونگی جن کا نام رابعہ ہوگا۔ یہ نام حضرت

رابعہ بصریہ کے نام پر رکھا جاتا ہے جو بڑی اولیاء اللہ میں سے تھیں۔ اور ہر زمانہ میں ایسی عورتیں گذری ہیں کہ جو صرف عبادات ہی میں نہیں بلکہ علم میں بھی بہت بڑی ہوئی تھیں۔

بھوپال میں ایک بہت بڑے قاضی صاحب تھے، حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب ان کا حال دیکھنے والوں نے بیان کیا ہے اور ہمارے اساتذہ نے بیان کیا ہے کہ ان کو جب کوئی پیچیدہ مسئلہ پیش آتا تھا کہ اس میں شریعت کا کیا حکم ہے تو اکثر ایسا ہوتا تھا کہ وہ گھر کے اندر چلے جاتے تھے اور پھر واپس آجاتے تھے۔ لوگ سمجھتے تھے کہ کتابیں دیکھنے جاتے ہوں وہاں کتب خانہ ہے لیکن انھوں نے کہا کہ میں بیوی صاحبہ سے پوچھنے جاتا ہوں۔ ان کی اہلیہ حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب کی صاحبزادی اور شاہ عبدالعزیز صاحب کی نواسی تھیں۔ اور بڑی عالمہ فاضلہ تھیں کہ مفتی عبدالقیوم جیسے جید عالم، استاذوں کے استاذ، اور جو ان کی تاریخ سے واقف ہیں ان سے میں پوچھتا ہوں کہ وہ حضرت مولانا عبدالحئی صاحب برہانوی کے بیٹے تھے اور اسی رائے بریلی کے رہنے والے تھے اور حضرت سید احمد شہیدؒ کے خلیفۂ اجل تھے مولانا عبدالحئیؒ کے بیٹے مفتی عبدالقیوم صاحب تھے اور حضرت شاہ اسحٰق صاحب کے داماد تھے اور بہت بڑے عالم تھے لیکن جب کوئی مسئلہ پیچیدہ ہوتا تو گھر جا کر بیوی صاحبہ سے پوچھتے کہ اس مسئلہ میں آپ نے اپنے والد صاحب سے کوئی بات سنی ہے یا کوئی بات آپ کو یاد ہے اور پھر فیصلہ کرتے تھے۔ ایسی بہت سی عورتوں کے حالات کتابوں میں ملتے ہیں جو بڑی عالمہ فاضلہ تھیں۔ اور عرب میں تو بہت سی ایسی عورتیں گزری ہیں کہ علوم وفنون کی تاریخ پر جن لوگوں کی نظر ہے وہ ان کے نام سے واقف

ہیں یہاں ان کے نام ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے احکام وعبادات میں نہ صرف ان کا حصہ رکھا ہے بلکہ اس سے پورا ایک نظریہ حاصل ہوتا ہے، علم دین کی جو مقبولیت ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں اس میں بھی کسی عورت کو اس لئے پیچھے نہیں کیا گیا کہ تم ایک عورت ہو۔ اور یہ بات کسی ایک زمانے کے ساتھ خاص نہیں بلکہ آپ ہر زمانہ میں ایسی بیویوں کے، ایسی خواتین کے نام پڑھیں گے کہ اس زمانہ کے بڑے بڑے لوگ ان کا اکرام کرتے تھے ان کی مجالس میں جاتے تھے، اور میں ایک چھوٹی سی بات کہتا ہوں کہ آپ نے بخاری شریف کا نام ضرور سنا ہوگا اور پڑھے لکھے لوگ جانتے ہیں کہ اس کے متعلق بڑے بڑے لوگوں کا اور بڑے بڑے عالموں کا یہ فیصلہ ہے "اصح کتاب بعد کتاب اللہ الصحیح البخاری" (اللہ کی کتاب کے بعد سب سے صحیح کتاب صحیح بخاری ہے) اور آپ کو معلوم ہے کہ ہمارا ہندوستان جس کو فخر ہے اور کم سے کم دو ڈھائی سو برس سے ہندوستان علم وحدیث کا مرکز رہا ہے، جن کی تاریخ پر نظر ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ اور شاہ ولی اللہ صاحب کے بعد سے ہندوستان سب سے بڑا مرکز ہے علم وحدیث کا۔ اور یہاں کوئی بڑا مدرسہ ایسا نہیں ہے جہاں صحیح بخاری کا درس نہ ہوتا ہو۔ بہت متبرک کتاب سمجھی جاتی ہے اور جب کوئی بہت بڑی پریشانی آتی ہے تو اس کو ختم کیا جاتا ہے۔ اور چاہے دارالعلوم دیوبند ہو، چاہے مظاہر العلوم سہارنپور ہو چاہے ندوۃ العلماء لکھنؤ ہو ہر جگہ صحیح بخاری کا درس ہوتا ہے۔

اس بخاری کی روایت ہم تک کس ذریعہ سے پہونچی یہ حضرت کریمہ کے ذریعہ سے پہونچی، حضرت کریمہ ایک محدث گذرے ہیں جن سے کئی آدمیوں نے حدیث سنی ہے اور خاص طور سے صحیح بخاری، اور ہندوستان میں جو صحیح بخاری پڑھائی جاتی ہے وہ حضرت کریمہ ہی کی روایت سے ہے اور اس بڑھ کر کیا بات ہوسکتی ہے کہ سب سے اونچی کتاب جو سب سے آخر میں پڑھائی جاتی ہے اور اس کا پڑھانا کمال کی بات سمجھی جاتی ہے کہ جو شخص صحیح بخاری پڑھاتا ہے اس کی طرف انگلیاں اٹھنے لگتی ہیں کہ یہ بخاری شریف پڑھاتے ہیں۔

یہ صحیح بخاری حضرت کریمہ کے ذریعہ سے ہندوستان میں پہونچی اور بہت سے ملکوں میں پہونچی یہ حضرت امام بخاری سے روایت کرتی ہیں اور بڑی جلیل القدر محدث اور فاضلہ ہیں اور اسی طریقہ سے ہر زمانے میں عورتوں نے حصہ لیا۔

''جیسا کہ میں نے ایک موقع پر کہا تھا کہ مسلمان جو باہر کی تہذیب سے رومی وایرانی غیر اسلامی تہذیب سے کے اثر سے بچ گئے تھے۔ تو آپکو معلوم ہے کہ یہ مسلمان (صحابہ کرام) جنھوں نے پوری دنیا میں اسلام پھیلایا یہ صحرا کے رہنے والے تھے اور ان کے یہاں نہ کوئی تمدن تھا، نہ ترقی، اور نہ کوئی بڑی سلطنت عرصہ قائم ہوئی تھی، نہ وہاں پر بڑے مدرسے وکالج تھے۔ یہ اونٹوں کے چرانے والے، جنگل کے رہنے والے، اونٹ کا گوشت کھانے اور دودھ پینے والے جن کی دنیا بالکل محدود تھی، یہ صحراء رقبہ میں تو بڑا وسیع تھا لیکن دنیا سے اس کا کوئی واسطہ نہیں تھا ان کا سامنا جب رومی تہذیب اور ایرانی تہذیب

سے ہوا جو اس وقت کی سب سے ترقی یافتہ تہذیبیں تھیں، تو ان کی آنکھیں چکاچوند نہیں ہوئیں اور ان کے اثرات ان کے گھروں میں نہیں آئے جیسے ہمارے ہندوستان میں جب مغربی تہذیب آئی تو ہماری آنکھیں چکاچوند ہوگئیں اور اس کے اثرات ہمارے گھروں میں آگئے اور مغربی تہذیب کی بہت سی غلط چیزیں بھی آگئیں، پھر جب ہمارے یہاں لڑکیوں نے انگریزی پڑھنا شروع کیا تو ہمارے یہاں فیشن بھی آگیا اور نقالی بھی آگئی، لیکن یہ چیز عربوں میں نہیں آنے پائی وہ بالکل محفوظ رہے، اس کا کیا راز تھا؟۔ اس کا بڑا راز یہ تھا کہ عورتیں متاثر نہیں ہوئیں، خواتین جو تھیں صحابیات وتابعات اور پہلے کی مسلم خواتین وہ اسی طرح اپنی اسلامی تہذیب پر مضبوطی سے قائم رہیں اور اگر نوجوانوں کے ذریعے کوئی غلط چیز آئی تو اس کو آنے نہ دیتیں، اس لئے کہ ان کا معاشرہ اور ان کا سماج جو اسلامی سماج تھا وہ بالکل پاک رہا، خالص رہا، اس میں رومی اور ایرانی اثرات نظر نہیں آتے۔

تو یہ بات اس وقت تک نہیں ہوسکتی ہے جب تک ہماری بچیوں کی صحیح اسلامی تعلیم نہ ہو اور اسلام پر انھیں پورا فخر نہ ہو یعنی صرف ایمان واعتقاد ہی کافی نہیں بلکہ فخر نہ ہو اپنی تہذیب پر اور اپنے معاشرہ پر اور اللہ نے جو کچھ ان کے لئے پسند کیا ہے اس کو سب پر ترجیح نہ دیں تب تک ہم اپنے معاشرہ، اپنے سماج اپنی سوسائٹی کو باہر کے اثرات سے نہیں بچاسکتے۔ اس لئے بہت ضروری ہے کہ لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام ہو۔

الحمد للہ کہ ہندوستان میں اب اس کی طرف توجہ کی گئی ہے اور "جامعات الصالحات" کے نام سے بہت سے ادارے قائم ہیں۔ مالیگاؤں

میں قائم ہے۔ بھٹکل میں قائم ہوا ہے۔ رامپور میں قائم ہے اور بہت سی جگہوں پر قائم ہورہے ہیں۔ جامعہ کے معنی ہیں یونیورسٹی کے دارالعلوم کئے۔ لیکن ایسے مدرسے اور مکتب قائم کئے جاسکتے ہیں جہاں چھوٹی چھوٹی بچیاں لی جائیں اور ان کو دین کی صحیح تعلیم دی جائے، ابتدائی تعلیم دی جائے اور انھیں عربی کے الف، ب سے واقف کرایا جائے یہ جو مدرسہ ''مدرسہ عائشہ للبنات '' کے نام سے قائم ہوا ہے یہ اسی غرض کے لئے قائم ہوا ہے۔ اور کم سے کم آس پاس کے اضلاع میں رائے بریلی نے تھوڑی سی ہمت دکھائی ہے کہ اسکی بنیاد ڈالدی ہے۔ لڑکیوں کی دینی تعلیم کے اسکول تو جگہ جگہ قائم ہیں خاص طور سے بڑے بڑے شہروں میں، لیکن بچیوں کی دینی تعلیم کے لئے علیحدہ مرکز نہیں، ملے جلے بچے اور بچیاں پڑھتی ہیں لیکن الگ سے خالص بچیوں کا مدرسہ ابھی بہت جگہ نہیں ہے، خوشی کی بات ہے یہ ہے کہ یہ مدرسہ رائے بریلی میں قائم ہوا اور ہمارے عزیز دوستوں نے اور رائے بریلی کے دینی ذوق رکھنے والے بھائیوں نے اس دلچسپی کا اظہار کیا ہے اور امید ہے کہ انشاء اللہ یہ مدرسہ ترقی کرے گا۔ اور اس میں سب کا بھلا ہے سب کا فائدہ ہے۔

میں مبارکباد دیتا ہوں ان لوگوں کو جنھوں نے قدم اٹھایا ہے اور مبارکباد دیتا ہوں ان لوگوں نے جنھوں نے اسکو سراہا ہے اور اس کی مدد کی اور اس سے خوش ہوئے اور اس کی سرپرستی کر رہے ہیں یا کریں گے ان سب کو مبارکباد دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کو آسمان زمین اور سب سے بڑھ کر ہمارے اندر کے آفات وشرور سے بچائے، نیت خالص ہو اور اس میں اچھی طرح اہتمام ہو دینی تعلیم اور دینی فضا کا اور آداب اسلامی کا، جو

اسلامی آداب ہیں ان کا بولنا چالنا اور حیا و شرم اور سلیقہ اور جو سیکھنے کی چیزیں ہیں ان کا سیکھنا اور جو عمل کی چیزیں ہیں ان پر عمل کرنا، یہ چیزیں عام ہوں تا کہ بچیاں جب اپنے گھر جائیں تو ان کی مائیں بہنیں اور جو عزیز عورتیں ہیں وہ سب ان کے سلیقہ کو دیکھیں، ان کا اللہ کا نام لینا، کھاتے وقت بسم اللہ سے شروع کرنا، الحمد للہ کہنا، اور سلام کرنا، سب کچھ اسلام کے طریقہ پر اور شرم و حیا جو ان کے سن کے مطابق ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ شرم و حیا جو بڑی عورتوں اور نوجوان لڑکیوں کا فرض ہے وہ نہیں لیکن اپنی عمر اور اپنے سن کے لحاظ سے آنکھوں سے ہے، شرم و حیا کا تعلق بہت سی چیزوں سے ہے۔ ذہن سے ہے، آنکھوں سے ہے، اخلاق سے ہے۔ یہ چیزیں ایسی ہیں کہ معلوم ہو کہ بچیاں مدرسوں کی طالبات ہیں۔ پھر انشاء اللہ اگر اللہ نے آپ کو ہمت دی اور ان کے قائم کرنے والوں کو توفیق دی اور استقامت دی تو انشاء اللہ یہ مدرسہ ترقی کرے گا اور اس سے زیادہ عمر کی بچیاں داخل ہو سکیں گی اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ سامان مہیا کرے گا جس کی ضرورت ہے جیسا کہ دیکھا گیا ہے کہ نیک کام میں خدا کی مدد ہوتی ہے اور وقت پر سب سامان اسکا ہو جایا کرتا ہے۔

جس طرح کسی شہر کیلئے اسپتال ضروری ہے
اسی طرح
کتب خانے اور لائبریریاں ضروری ہیں

(۱۵ر فروری ۱۹۸۵ء کو رائے بریلی میں مولانا محمد ثانی حسنی میموریل تعلیمی سوسائٹی کی جانب سے ایک عوامی لائبریری کا قیام عمل میں آیا، جس کا افتتاح حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ مدظلہ العالی ناظم ندوۃ العلماء نے فرمایا۔ اس موقع پر مولانا نے شہر اور بیرون شہر کے تعلیمی وسماجی وسیاسی کام کرنے والے ممتاز افراد کثیر مجمع کو خطاب سے فرمایا، تقریر کا پورا متن درج ذیل ہے۔)

بسم اللہ الرحمان الرحیم: الحمد للہ رب العالمین۔ وصلی اللہ علیٰ نبیہ محمد و اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

میرے بھائیوں اور دوستوں!

مجھے اس بات کے کہنے میں کوئی تکلف اور اور کوئی حجاب نہیں معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنے عزیزی شہر میں اس لائبریری کے افتتاح سے بہت خوش ہوں۔ رائے بریلی کے

شہری ہونے کے ناتے اور ایک طالب علم اور علم کی خدمت کرنے والے اور علمی کاموں سے تعلق رکھنے والے انسان کی حیثیت سے مجھے اس سے خوشی ہونی چاہیے تھی اور خوشی ہوئی۔ اس میں کوئی کسر شان کی بات نہیں، اور نہ کوئی مبالغہ ہے۔ مرا خیال ہے کہ جس طرح کسی شہر کے لیے دواخانے، اسپتال ضروری ہیں اسکول اور مدرسے ضروری ہیں جہاں نئی نسل کو تعلیم دی جائے۔ وہاں کتب خانے اور پبلک لائبریریاں بھی ضروری ہیں۔ اس لیے کہ جس طرح جسم کی بیماریاں ہوتی ہیں۔ اسی طرح ذہنی بیماریاں اور ذہنی کمزوری بھی ہوتی ہے۔ ذہن کی بے راہ روی بھی ہوتی ہے۔ جن کی وجہ سے انسان غلط راستہ اختیار کر لیتا ہے۔ اور جسمانی بیماریوں کے مقابلہ میں ذہنی بیماریاں معاشرہ کی بیماریاں ہیں، اور معاشرہ کی اخلاقی بیماریاں، ذہنی کمزوریاں، غلط فہمیاں اور غلط کاریاں زیادہ خطرناک ہوتی ہیں۔

مجھے افسوس ہے کہ میں بار بار ایک ناخواشگوار چیز کا ذکر کر رہا ہوں لیکن ضرورتاً یہ بھی زندگی کی ایک حقیقت ہے، ہم سب اس سے گذرتے رہتے ہیں۔ کوئی شخص بیمار ہوتا ہے تو وہ انفرادی اور ذاتی طور پر تکلیف محسوس کرتا ہے۔ اور اس کے قریب ترین عزیز دوست تعلق والے تکلیف محسوس کرتے ہیں، لیکن اس بیماری سے معاشرہ کو، شہر کو، شہر کے ماحول کو کوئی بڑا نقصان نہیں پہونچتا، یہ ایک ذاتی معاملہ ہوتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ خاندانی معاملہ ہوتا ہے۔ لیکن جب کوئی معاشرہ بیمار ہو جائے، یا کسی معاشرے میں بیماری کے جراثیم پرورش پا جائیں، کسی سوسائٹی میں، کسی سماج میں کچھ غلط سمجھانے والے لوگ پید ہو جائیں، اور وہ سماج یا سوسائٹی غلط راستے پر پڑ جائے۔ اس کے اندر غلط رجحانات اور غلط احساسات پیدا ہو جائیں یہ بڑے خطرناک بات ہوتی ہے۔ اس کا نقصان معاشرہ کی حیثیت کے حساب سے پہونچتا ہے۔ اور معاشرے بھی اسی طرح بیمار ہوا کرتے ہیں جیسے افراد بیمار ہوتے ہیں۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے، اور سب سے پہلے آسمانی صحیفوں نے بتایا اور قرآن شریف نے بہت ہی تشریح کے ساتھ بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے کہ معاشرہ کیا قوموں کی قومیں اور تاریخ کے پورے پورے دور کس طرح بیماری کا شکار ہو جاتے ہیں اور کس طرح ان میں وبائیں پھیلتی ہیں اور پھر کس طرح یہ بیماریاں اگر سلطنت ہے تو اس کا چراغ گل کر دیتی ہیں۔

اگر معاشرہ ہے تو اس معاشرہ کو اس کی آخری منزل پر پہونچا دیتی ہیں مثلاً کوئی معاشرہ دولت کو ہی سب کچھ سمجھنے لگے کہ بس دولت ہی اصل چیز ہے۔ اس کو سمجھے کہ یہ زندگی کا آئیڈیل، زندگی کا نشانہ، زندگی کا کمال اور قابل فخر چیز ہے اور کسی کی عزت کسی کی شرافت اور کسی کی بھلائی کے ناپنے کا پیمانہ صرف ایک ہے، وہ یہ کہ آدمی کتنا دولت مند ہے اس کے پاس کتنا پیسہ ہے، یہ ایک بیماری ہے، اور یہ بیماری جب ترقی کر جاتی ہے تو پھر پورے معاشرے کا مزاج بدل جاتا ہے۔ اور مزاج بڑی اہم چیز ہے، مثلاً جسم میں گرمی اور سردی معلوم ہو، بخار کا حملہ ہو جائے یا اس سے بڑی بیماریاں لاحق ہو جائیں۔ خدا ہم سب کو اس محفوظ رکھے کہ بیماریوں کا حملہ ہو۔ لیکن یہ ایسی خطرناک بات نہیں ہے اور نہ بہت زیادہ پریشان ہونے کی بات ہے۔ بخار آیا ہے پچاس دوائیں اس کی، اتر جائے گا۔ اور اگر کچھ طوالت پکڑے گا تو مریض کو اسپتال لے جایا جائے گا لیکن مزاج کا بدل جانا سوچنے کا طریقہ۔(Way Of The Thinking) کا بدل جانا، اقتدار کا بدل جانا بڑی خطرناک بات ہے اس قسم کی بیماری جب کسی معاشرہ میں پیدا ہو جاتی ہے کہ شرافت کا معیار نہ اس انسان کی انسانیت سمجھی جاتی ہے، نہ اس کی ذہانت سمجھی جاتی ہے، نہ اس کی قوت برداشت سمجھی جاتی ہے اور نہ قربانی کا جذبہ سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ اس کا ایک معیار ہے۔ ایک پیمانہ ہے ناپنے کا، کہ اس کے پاس پیسہ کتنا ہے اور آگے بڑھ کر یہ کتنے آدمیوں پر اث

رکھتا ہے۔ اگر الکشن میں کھڑا ہو جائے تو یہ جیتے گا یا اس کا جو حریف ہے وہ جیتے گا۔ اب یہ ایک نیا پیمانہ بن گیا ہے کہ آدمیوں کو اسکی مقبولیت و ہر دلعزیزی اور ووٹروں کی کثرت سے اور کسی کے حق میں رائے دینے والوں کی کثرت سے خواہ وہ رائے کسی بھی طرح سے حاصل کی جائے، ناپا جانے لگا ہے۔ اور یہ دیکھا جانے لگا ہے کہ یہ کتنے آدمیوں پر اثر ڈال سکتا ہے، کتنے آدمیوں سے ووٹ حاصل کر سکتا ہے۔ یہ سب انحراف ہے اس ایک راستے سے جو سیدھے راستے سے جو منزل کی طرف لے جاتا ہے۔ اس سب جب معاشرہ ہٹتا ہے تو یہ سب باتیں پیدا ہوتیں ہیں، فرضی معیار بن جاتے ہیں جو خود ساختہ اور اپنے ہی بنائے معیار ہوتے ہیں۔ قرآن مجید نے اس کو بڑے سادہ لفظوں میں کہا ہے" کہ کیا بات ہے کہ آج تم اپنے ہاتھوں سے ایک چیز بناتے ہو تراشتے ہو اور پھر اسی کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے ہو" یہ معیار زندگی دولت کی کثرت اور طاقت ہی کو اصل معیار سمجھنا کسی بھی معاشرہ کے لیے بڑی خطرناک بات ہوتی ہے پھر اخلاق اور ضمیر کا سوال بالکل اٹھ جاتا ہے اور آپس کے تعلقات کا سوال ایک دوسرے کے لیے تھوڑی سی قربانی کرنے اور کچھ تھوڑا سا چھوڑنے اور کچھ تھوڑی سی تکلیف برداشت کرنے کا سوال سب بالکل ختم ہے۔، بس ایک بات رہ جاتی ہے کہ یہ دیکھو اس کے پاس کتنا پیسہ ہے یا یہ کتنا پیسہ حاصل کر سکتا ہے، یہ سب معاشرہ کی بیماریاں ہیں اور ان بیماریوں کو دور کرنے کے لیے جہاں بڑی تحریکوں اور مہم چلانے کی ضرورت ہے وہیں تربیت کی بھی ضرورت ہے۔ بڑی بڑی دانش گاہوں بڑے بڑے اسکولوں اور کالجوں اور صحیح طریقہ پر کام کرنے والی یونیورسٹیوں کی ضرورت ہے، اور کتب خانوں کی بھی ضرورت ہے۔ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ آدمی ایک کتاب پڑھ لیتا ہے اور اس کتاب سے اس کی زندگی بدل جاتی ہے، اور اس کی سوچ پچاس نہیں ہزاروں

لاکھوں مثالیں ملیں گی اور ہم لوگوں کو اس سے واسطہ پڑتا رہتا ہے ہم جیسے چھوٹے موٹے مصنفین کے پاس بھی خط آتے ہیں کہ ہم نے آپ کی فلاں کتاب پڑھی تھی یا فلاں مصنف کی کتاب پڑھی تھی تو ہمارا یقین بدل گیا، ہمارا مزاج ہی بدل گیا۔ اور ہم سمجھے کچھ حقیقتیں بھی ہیں۔ اور انسان کی عزت اور انسانوں کی کامیابی کے کچھ معیار اور بھی ہیں ہم نے آپ کی کتاب میں پیغمبروں کی سیرت پڑھی، ہم نے آپ کی کتاب میں صحابہؓ کے حالات پڑھے، کہ ان کا کیا قربانی کا جذبہ تھا۔ کہ حضرت خالدؓ جن کا نام فتح کے لئے کافی سمجھا جاتا تھا۔ لوگ پہلے پوچھتے تھے کہ خالدؓ ہیں کہ نہیں، اگر معلوم ہوتا کہ حضرت خالد بن ولیدؓ ہیں تو بس اطمینان ہو جاتا تھا کہ اب فتح ہماری ہے، جن کا نام اور فتح یہ دونوں جڑ گئے تھے، ایک دوسرے پیوست ہو گئے تھے۔ یرموک کی لڑائی میں حضرت خالدؓ سربراہ فوج تھے وہاں ایک شخص مدینہ سے چل کر آتا ہے، عین معرکہ کے وقت کہ بس جنگ کی پوری تیاری ہے، خط آتا ہے کہ ہم نے خالد رضی اللہ عنہ کو معزول کیا۔ اور سب کو معلوم ہو جانا چاہیئے کہ اب وہ سپہ سالار نہیں رہے۔ اب سپہ سالار ابو عبیدہؓ ہیں۔ حضرت خالد کی پیشانی پر شکن نہیں آئی، لوگ ان سے کہتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ میں اگر خدا کے لیے لڑتا تھا تو اب بھی لڑوں گا اور اگر عمرؓ کے لیے لڑتا تھا تو میں نہیں لڑوں گا تم دیکھ لو گے۔ اور وہ اسی سرگرمی اور اسی جوش وشوق سے ساتھ لڑتے رہے۔ اور مسلمانوں کا حال یہ ہوا کہ ان کے سامنے ایک بہت بڑا امتحان آ گیا۔ کہ حضرت خالدؓ نہیں تو پھر کیا ہوگا، لیکن ان کا خدا تو ہے۔ اس طرح کے جب واقعات جب سامنے آتے ہیں تو لوگوں کے دل متاثر ہو جاتے ہیں یہ کتاب کا فیض ہے۔ اب یہ واقعات اس وقت دنیا میں پیش نہیں آ رہے ہیں تو حالت یہ ہو گئی ہے کہ ذرا سا اگر کسی کو یہ کہہ دیا جائے کہ آپ یہاں نہیں یہاں بیٹھ جایئے تو معلوم نہیں کتنے دنوں تک

عاف نہیں کرے گا، اور تاک میں رہے گا میری توہین کی گئی تھی کہ میں اچھی جگہ بیٹھا
تا مجھے یہاں بٹھا دیا گیا۔ میں جب تک اس کا انتقام نہ لوں اس وقت تک گویا میں شریف
ہیں ہوں۔ تو اس طرح کے واقعات جو پیغمبروں کے اور ان کے تربیت یافتہ لوگوں کے
ور دینی و روحانی پیشواؤں کے لوگوں کے سامنے آتے ہیں کہ دنیا کو اصل چیز نہیں سمجھتے
تھے۔ اور دوسری حقیقتیں ان کے سامنے تھیں ان کو انسان سے محبت تھی ایک انسان کو بچانے
کے لیے اپنی جان دیدیتے تھے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ کر دوسروں کو کھلاتے تھے۔ اور اپنے
گھر کو بے چراغ رکھ کر دوسروں کے گھروں میں روشنی کرتے تھے اور اس طرح انہوں نے
مہمانوں کی مہمان نوازی کی کہ بچوں کو بہلا کر سلا دیا اور چراغ کو بجھا دیا اور کہا بسم
اللہ، اور مہمان سمجھتا رہا کہ یہ بھی کھا رہے ہیں۔ مہمان شکم سیر اور آسودہ ہو جاتے ہیں وہ
یسے ہی بھوکے کے بھوکے رہتے ہیں۔ یہ واقعات دنیا میں کہاں پیش آ رہے ہیں، بتایئے
کسی سوسائٹی میں پیش آ رہے ہیں۔ آپ کو کتابوں سے معلوم ہوگا کہ پیش آتے تھے کسی
مانہ میں، اور خدا بھلا کرے ان مصنفوں اور مؤرخوں کا کہ انہوں نے پہلی صدی ہجری
ں جو ریکارڈ کیا وہ سارا کتب خانوں میں محفوظ ہے اس لیے آج ضرورت ہے کہ لوگوں
کے سامنے ان واقعات کو لایا جائے۔ تاکہ معاشرہ بنے سوسائٹی بنے، آدمی بن رہے ہیں
لن معاشرہ اور سوسائٹی نہیں بن رہی ہے۔ اس لیے سوسائٹی کو بنانے کے لئے جس روشنی
ا ضرورت ہو وہ ہونی چاہیئے، اخلاقی طاقت ہونی چاہیئے۔

کتابوں کا فیض بہت بڑا فیض ہے۔ کسی وقت بھی ہم ان سے بے نیاز نہیں
سکتے پھر کتابوں کا انتخاب ایک بڑا مسئلہ ہے یہ بڑا فن گیا ہے، یورپ کے اسکالرس اور جو
ب انسانی نفسیات اور ایجوکیشن پر کام کرتے ہیں انہوں نے اس پر بڑا غور کیا ہے کہ

کتابیں کس طرح پڑھنی جائیں، کتابوں کا پڑھنا بھی ایک فن ہے اور کتابوں کا انتخاب
کیسے کیا جائے، کتابوں سے فائدہ کس طرح اٹھایا جائے۔

میں بہت خوش ہوں کہ ہمارے شہر میں ایک کمی تھی وہ اس لائبریری کے قیا
سے پوری ہورہی ہے۔ میں تاریخ کا طالب علم ہوں تاریخ میرا بڑا محبوب موضوع ہے
تاریخ سے مجھے معلوم ہوا کہ سب آخر میں کسی سوسائٹی کسی سماج میں دو (۲) طبقے بگڑ
ہیں۔ سب سے آخر میں کرپشن (۲) طبقوں میں آتا ہے ایک مذہبی طبقہ میں اور ایک
دانشوروں کے طبقے میں جب ان میں کرپشن آجائے پھر ملک کو کوئی چیز بچا نہیں سکتی اور ا
وقت ہمیں جو خوف محسوس ہو رہا ہے وہ یہ کہ دانشوروں کے طبقے میں کرپشن آرہا ہے
دوسروں کو سکھانے والے اور دوسروں کا ہاتھ پکڑنے والے تھے وہ خود اس زندگی ـ
دھارے میں بالکل بے دست وپا ہو کر پڑ گئے ہیں کوئی ٹوکنے والا نہیں، کوئی کہنے والا نہ
کہ بھائی یہ غلط کام ہے، یہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اس سے ہمارا ملک تباہ ہو جائے گا۔ آج
آپ اخباروں میں جاسوسی کے سلسلے میں روز نئی چیز پڑھتے ہیں اور کوئی اخبار ایسا نہیں
جس میں نئے نئے انکشافات اور نئی نئی معلومات نہ ہوں۔ یہ کون لوگ ہیں یہ پڑھے لک
لوگ نہیں تو کیا رکشہ چلانے والے ہیں اور یہ کیا خوانچے والے ہیں۔ ان میں معاف
گا یونیورسٹی کے سب کوالیفائڈ لوگ ہوں گے۔ اس کے بعد بھی انہوں نے بہت کچھ پڑ
ہوگا۔ ٹریننگ کی ہوگی، ان میں ایک بھی جاہل آدمی نہیں۔ یہ بڑے ڈر کی بات ہے
پڑھے لکھے طبقہ میں جو عقل وعلم رکھنے والا طبقہ اس میں بگاڑ آجائے، اس میں ملاو
آجائے، کرپشن آجائے تو ان سب چیزوں کی روک تھام کے لیے کہاں سے آدمی آ
گے۔ اصل میں تو ضرورت یہ تھی کہ ایک بہت بڑی طوفانی تحریک چلتی کہ سارا ملک ہل

اورانسان دوستی، بے غرض خدمت اوراپنے فرائض کا سچا احساس پیدا ہوتا۔
یہ کوشش بھی بہت قابل قدر ہے کہ جگہ جگہ ایسے کتابی ذخیرے جمع کیے جائیں، مطالعہ کے مواقع فراہم کیے جائیں۔ جہاں اچھے رسائل اچھی کتابیں اوراچھی مطبوعات ورلٹریچرآ کرلوگ پڑھیں جو کتابیں خرید نہیں سکتے وہ یہاں آ کر پڑھیں اور میں کہتا ہوں کہ ردو ہندی دونوں زبانوں میں لٹریچر ہونا چاہیئے اور علاقائی زبانوں میں بھی ہونا چاہیئے۔ جہاں کی جو علاقائی زبان ہو۔ ہمارے یہاں اردو ہندی چلتی ہے۔اس لیےاردو ہندی اور نگریزی میں یہ لٹریچر ہونا چاہیئے اور خدا کا شکر ہے کہ یہ سب لٹریچر تیار ہوگیا ہے، میں نے لائبریری پرایک نظرڈالی اسی سے مجھے اندازہ ہوا کہ بہت اچھی چیزیں مہیا کرلی گئیں ہیں ورخدا کا شکر ہے کہ ہمارے ملک میں ایسا لٹریچر تیار کیا جارہاہے، جواچھےاچھے ملکوں میں کم سے کم انگریزی میں ایسا لٹریچر نہیں ہے۔خدا کا شکر ہے کہ ہماری اکیڈمی آف اسلامک ریسرچ اینڈ پبلکشنز (مجلس تحقیقات ونشریات اسلام) نے ایسا لٹریچر تیار کیا ہے، انگریزی یں اردو میں اور تیسرے درجے میں ہندی اور عربی میں جو کہ بعض بڑے مسلم ممالک میں ھی کم سے کم انگریزی میں تو اتنا ٹھوس اوراتنا سنجیدہ اوراتنا دقیع لٹریچر اسلامیات اور تاریخ کا ابھی تک میرے علم میں نہیں ہے۔
اور مجھے بڑی خوشی ہے کہ ہمارے اس شہر مین یہ لائبریری کھل رہی ہے اورایک یسے عزیز کے نام سے جو ہم سب کو عزیز ہےاور میرا تو خاص تعلق ہےاوروہ نام برائے نام ہیں بلکہ وہ نام واقعی اس کا مستحق تھا کہ اس کے نام سے یہ لائبریری کھولی جائے اس لئے کہ وہ ایک ہی وقت میں مصنف بھی تھا اور مؤرخ بھی، سوانح بھی نگار بھی تھا اورشاعر بھی، دراردو کا بہت اچھا شاعر تھا اور مبلغ اور مقرر بھی تھا۔اور ایک بڑے مدرسہ فلاح المسلمین

امین نگر تینندوا کا بانی بھی تھا اور اس لیے اس نام کا انتخاب بھی بہت موزوں ہے اور کوئی شخص
نہیں کہہ سکتا کہ جس طرح کسی حاکم کے نام سے لائبریری قائم ہو جاتی ہے ایسی ہی ایک
لائبریری یہ ہے کہ کسی گمنام کے نام پر قائم ہو گئی۔ ایسا نہیں ہے کہ اس کی ایسی وقیع کتابیں
ہیں جن کے ہندوستان اور پاکستان میں کئی ایڈیشن نکلے اور اسی طرح ان کا کلام۔ ابھی میں
مدینہ طیبہ حاضر ہوا تھا وہاں ایک دوست نے مجھے اپنے گھر بلایا اور وہاں جب تک بیٹھا رہا
انہیں کا نعتیہ کلام سنتا رہا، میں کہہ رہا تھا۔

مؤذن مرحبا بروقت بولا

تری آواز مکہ اور مدینہ

رائے بریلی کے دیہات کا رہنے والا ایک ایسا نوجوان جس کو کم لوگوں
جانا۔ اس کا کلام جوار رسول اور مسجد نبوی کے سایہ میں مجھے ریکارڈ کیا ہوا مجھے سنایا گیا۔
آج انہیں کے نام پر ''محمد ثانی لائبریری'' قائم ہو رہی ہے۔ اس لیے مجھے اس بہت خو
ہے بلکہ تہری خوشی کہنا چاہیئے ایک تو اس لیے کہ ایک بڑی ضرورت پوری کی جا رہی ہے لیے
یہ ایک بہت بڑی صحت مند کی علامت ہے، ایک صحت مند معاشرے کی علامت ہے ج
پڑھنے کا شوق ہے، یہ معاشرہ کی ایک بہت بڑی ضرورت ہے، دوہری خوشی اس بات کی
ہمارے شہر میں یہ لائبریری قائم ہو رہی ہے، اور تہری خوشی اس بات کی ہے کہ ایک بہ
عزیز ہستی کے نام اس کا انتساب ہے۔ میں مبارک باد دیتا ہوں لائبریری کے قائم کر
والے عزیز نوجوانوں کو اور مبارکباد دیتا ہوں اہل شہر کو اہل علم دوستوں کو عزیزوں کو کہ آ
کے شہر میں ایک ایسا اچھا شائستہ قسم کا دارالمطالعہ قائم کیا جا رہا ہے۔ اور میں دعوت دیتا ہو
کہ آپ لوگ اس فائدہ اٹھائیں۔ انشاء اللہ وہاں پیام انسانیت کا لٹریچر بھی رہے گا جو ز

تعداد میں ہوگا کہ آپ اس کو اپنے گھر لے جاسکیں، خرید بھی سکیں، اور اس کا سرکولیشن کرسکیں، اس کو پھیلائیں۔ اسلئے کہ ہمیں اپنے اپنے دائرہ میں کام شروع کردینا چاہیئے، ملک کا مسئلہ تو بہت بڑا مسئلہ ہے اور اس کے لیے تو بڑے لوگ چاہیئے اور یہ ملک خالی نہیں ہے بالکل نہیں، کہا جاسکتا ہے کہ ملک خالی ہے لیکن ہمیں انتظار نہیں کرنا چاہیئے کہ گھر سے محلہ بنتا ہے اور محلہ سے شہر بنتا ہے۔ اور معاشرہ بنتا ہے۔ تو ایسے میں تو یہ کہوں گا کہ اور قصبات میں بھی اور شہر میں بھی اگر کہیں کوئی اور لائبریری قائم ہو دارالمطالعہ قائم ہو تو خوشی کی بات ہوگی۔ اس میں کوئی مقابلہ کی بات نہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ لوگ وہاں آئیں گے اپنے خالی وقتوں میں فرصت کے اوقات میں وہاں بیٹھ کر بھی مطالعہ کریں گے۔ اور ممبری بھی قبول کریں اور اس کے قواعد وضوابط کے مطابق آپ ان کتابوں سے فائدہ اٹھائیں گے۔ آپ کو رہنمائی ہوگی کہ یہ کتابیں کیسی ہیں۔ ان کو منگانا چاہیئے۔ اور ان کتابوں کو پڑھنا چاہیئے اور اپنے بچیوں کو پڑھوانا چاہیئے بہر حال ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا شہر نمونہ کا شہر ہے اور یہاں جو ہستیاں گذری ہیں آج سے ڈیڑھ دو سو برس پہلے ان کا بڑا نام ہے، ہندوستان میں اور ہندوستان سے باہر بھی۔ تو اس شہر کو خوش قسمتی سے ان مناسبت ہونی چاہیئے ہماری زندگی اور ان کے زندگی کے درمیان کوئی بڑا فاصلہ نہیں ہونا چاہیئے۔ فاصلہ تو ہوگا لیکن اتنا بڑا فاصلہ نہیں کہ میلوں کا فاصلہ سینکڑوں کوس کا فاصلہ نہیں ہونا چاہیئے۔ تو ہمیں امید ہے کہ اس بڑے کام میں ایک چھوٹی سی ابتدا ایک چھوٹا سا آغاز مدد کرے گا۔ اور ایسا بہت ہوا ہے کہ ایسے کام جن کو خوردبین کے بغیر دیکھا نہیں جاسکتا۔ ایسی بہت سی کوششیں ایسے بہت سے ادارے ان کے ذریعہ وہ کام انجام دیا گیا، جو بعض مرتبہ بڑی بڑی ریاستیں بڑے بڑے ملک بڑی بڑی منظم طاقتیں پورا نہیں کرسکیں، مجھے امید ہے کہ یہ

دارالمطالعہ اپنا کام کرے گا، اوراس کا فیض پہونچے گا۔ہم لوگ اس کی قدر کریں گے۔اور اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔اسی کے ساتھ ہی میں اپنی بات ختم کرتا ہوں۔اور آخر میں پھر ان لوگوں کو شاباشی دیتا ہوں۔اوران کی ہمت افزائی کرتا ہوں اور قدر کرتا ہوں جنہوں نے اس کام کا آغاز کیا۔اور آپ حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اس سرد موسم میں ایسے لوگوں کی دعوت پر جن کا کوئی بڑا نام نہیں اور جن کا کوئی بڑا کام نہیں معمولی کام کرنے والے ہیں۔ان کی دعوت پر آپ اتنی بڑی تعداد میں یہاں جمع ہوئے مجھے رائے بریلی میں کم یاد ہے کہ ایسا شائستہ اور ایسا چیدہ اور اس تعداد میں کبھی مجمع ہوا ہو۔یہ اچھی علامت ہے کسی معاشرہ کے لیے بھی اور کسی شہر کے لیے بھی۔خدا اس کوشش کو ترقی دے اور اس ادارے کو ترقی دے اور اس کام کے کرنے والوں کو استقلال اور ہمت دے اور شہر والوں کو قدر کرنے اور فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔